اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پسند کے نکاح کا تحقیقی جائزہ

Love Marriege in the Light of Islam: A Critical Study

* غازی عبدالرحمٰن قاسمی

** حافظ حامد علی اعوان

ABSTRACT:

Islam is a Moderate Shariah.All its orders are free from exaggeration. Islam gives relaxation in the man's natural instincts and desires and checks to cross such limits which are based on the Principles of Prohibition. That is why, on the one hand, man is stopped strictly to do any wrong act while on the other side it was necessary to provide the others suitable and fair ways for catharsis.

Moreover, it is the requirement of the man's mental and Shariah need. That there should be a legitimate contact between man's and woman's relationship-it is called"Nikāh" in the light of the Holy Qura'n and the Hadīs.In terms of Nikah it must complete authority to men and women for their likings and disliking and the guardians are strictly forbidden to use enforcement and an the other side motivate both male and female that they should take their guardians in confidence while taking any step in this context.

* لیکچرار، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان، پاکستان

** ریسرچ ایسوسی ایٹ شعبہ علوم اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، پاکستان

In this article keeping in mind the meaning of "Nikāh" and Sharia'h status, Pillars of "Nikāh" its conditions and the excess in love marriages especially in this age are under discussion.

اسلام ایک آفاقی، بہترین اور مکمل ضابطہ حیات دین ہے اس کی بے نظیری کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ رب العالمین نے خود فرمایا:

إن الدين عند الله الإسلام[1]

"بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

زندگی کا کوئی گوشہ اور پہلو ایسا نہیں جس کا احاطہ اسلام میں نہ ہو یا اس کو تشنہ چھوڑا گیا ہو، یہ نہ صرف انسان کی حیات مستعار سے بحث کرتا ہے بلکہ حیات دائمی کے لیے مکمل اور بھرپور رہنمائی پہنچاتا ہے۔ اسلام چونکہ ابدی اور ہمہ گیر دین ہے اس لیے انسانی زندگی کو نہایت پاکیزہ و اعلی اخلاقی بنیادوں پر استوار کرنا چاہتا ہے۔ اس کی تعلیمات ہمہ پہلو ہیں۔ وہ زندگی کے ہر شعبے کے لیے احکام وہدایات کا ایسا واضح اور مکمل نقشہ پیش کرتا ہے جس کی مدد سے ہر ذی شعور انسان ان پر عمل پیرا ہو کر اپنی زیست کی راہیں روشن کر سکتا ہے۔

اسلام ایک پاک وصاف معاشرے کی تعمیر اور انسانی اخلاق وعادات کی تہذیب کرتا ہے۔ اسلام نے جہالت کے رسم ورواج اور اخلاق وعادات کو جو ہر قسم کے فتنہ وفساد سے لبریز تھے، یکسر بدل کر ایک مہذب معاشرے اور تہذیب کی داغ بیل ڈالی، جس سے عام انسان کی زندگی میں امن، چین اور سکون ہی سکون لوٹ آیا۔

اسلام اپنے ماننے والوں کی تہذیب اور پُرامن معاشرے کے قیام کے لئے جو اہم تدبیر کرتا ہے وہ انسانی جذبات کو ہر قسم کے ہیجان سے بچانا اور مرد و عورت کے اندر پائے جانے والے فطری میلانات کو اپنی جگہ باقی رکھتے ہوئے انہیں فطری انداز کے مطابق محفوظ اور تعمیری انداز دینا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے اسلام نے دیگر نظام ہائے زندگی مثلاً اخلاقی نظام، معاشی نظام، عدلی نظام، عائلی نظام کی طرح "نظام عفت وعصمت" کو بھی نہایت جامعیت سے پیش کیا ہے۔

اسلام نے بنی نوع انسان کے لیے "نکاح" کی صورت میں جامع، ارفع، اور اعلی نظام عفت پیش کر کے جہاں ایک طرف صدیوں سے ستم رسیدہ عورت کو پستیوں سے نکال کر عظمت وتقدیس کی چوٹی پر بٹھایا وہاں دوسری طرف جنسی میلان کی راہوں میں بھی فطری اور طبعی حدود اعتدال کا ایسا چراغ روشن کر دیا ہے جس کی روشنی میں ہر بالغ مرد وعورت فواحش ومنکرات سے دامن بچاتا ہوا

عفت و عصمت کے سائے میں سکون وآسودگی سے شاد کام ہوتے ہوئے نسل انسانی کی آب یاری کر سکتا ہے۔

نکاح کا معنی و مفہوم:

شادی "فارسی" زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں اسے "نکاح" کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ (م 852ھ) لکھتے ہیں:

والنكاح في اللغة الضم والتداخل[2]

"لغت میں نکاح کے معنی ہیں ملنا اور ملانا"

جبکہ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد "مرد و عورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے۔ اور باہم حقوق وفرائض عائد ہو جاتے ہیں۔[3]

نکاح کی اہمیت:

نکاح صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، شخصی ضرورت، طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ دو خاندانوں میں باہمی الفت اور ملاپ کا ذریعہ ہے اور معاشرہ انسانی کے بقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت وفضیلت کا حامل ہے۔

نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے وقت سے شریعت محمدی ﷺ تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری جو نکاح سے خالی رہی ہو۔

علامہ حصکفیؒ (م 1088ھ) لکھتے ہیں:

ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان[4]

"کوئی عبادت ایسی نہیں جو حضرت آدمؑ کے زمانے سے لے کر آج تک مشروع ہو اور جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے۔"

علامہ ابن قدامہؒ (م 620ھ) نے تو نکاح کی مشروعیت پر اجماع کا قول نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وأجمع المسلمون على أن النكاح مشروع[5]

"اور تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ نکاح مشروع ہے۔"

چنانچہ ہر شریعت میں مرد و عورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت مشروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدے کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت و مذہب نے جائز قرار نہیں دیا البتہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط و احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔

نکاح کی شرعی حیثیت:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نہ صرف نکاح کا ذکر ملتا ہے بلکہ نکاح کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا[6]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو بیشک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔"

اس آیت میں حضرت آدمؑ، حوا کے نکاح کا ذکر ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً [7]

"اور البتہ تحقیق ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ہم نے انہیں بیویاں اور اولاد بھی دی تھی۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی اکثریت نکاح پر عمل کرتی آئی ہے۔

امت محمدیہ ﷺ کو نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً [8]

"تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔"

اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی نکاح کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي [9]

"نکاح میری سنت ہے جس شخص نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ میرے طریقے پر نہیں۔"

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ [10]

"چار چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، اور نکاح کرنا۔"

مندرجہ بالا مذکورہ آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اللہ تعالی اور حضور اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور نہ صرف آپ ﷺ بلکہ سابقہ انبیاءؑ کی بھی سنت ہے۔

نکاح کا حکم:

حالات کے تبدیل ہونے سے نکاح کے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم (م970ھ) لکھتے ہیں:

وصفته فرض وواجب وسنة وحرام ومكروه ومباح [11]

"اور نکاح کبھی فرض ہوتا ہے اور کبھی واجب، کبھی سنت اور کبھی حرام، کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتا ہے۔"

چنانچہ آگے انہوں نے پوری تفصیل بیان کی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اگر یہ یقین ہے کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں وہ بے راہ روی کا شکار ہو جائے گا تو ایسی صورت حال میں نکاح کرنا فرض ہے بشرطیکہ وہ عورت کے نان ونفقہ ودیگر حقوق کا ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

۔ اگر بے راہ روی کے شکار ہونے کا ظن غالب ہے تو عورت کے نان ونفقہ اور دیگر حقوق کی ادائیگی کی قدرت کے ساتھ نکاح کرنا واجب ہے۔

۳۔ حالت اعتدال (نہ گناہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہو اور نہ ظن غالب) میں مہر ونفقہ اور دیگر حقوق کے ادا کرنے پر قادر ہونے کی صورت میں نکاح سنت موکدہ ہے۔

۴۔ اپنی طبیعت میں سختی کی وجہ سے یقین ہے کہ وہ نکاح کرکے اپنی بیوی پر ظلم وتشدد کا مرتکب ہوگا تو ایسے حالات میں نکاح کرنا حرام ہے۔

۵۔ اور اگر نکاح کے بعد بیوی پر ظلم وستم کا یقین نہیں مگر غالب گمان ہے تو پھر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔[12]

ارکان نکاح:

نکاح کے دو رکن ہیں جن کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا اور وہ ایجاب و قبول ہیں۔

چنانچہ علامہ کاسانی (م587ھ) لکھتے ہیں:

أما ركن النكاح فهو الإيجاب والقبول [13]

"بحر حال نکاح کا رکن وہ ایجاب اور قبول ہیں۔"

مرد و عورت میں سے جس نے بھی پہلے اصالتاً، ولایتاً یا وکالتاً نکاح کی جن الفاظ کے ساتھ پیش کش کی وہ "ایجاب" کہلائے گا اور دوسری جانب سے جن الفاظ میں اس پیشکش کو قبول کیا جائے تو ان الفاظ کو "قبول" کہا جاتا ہے۔

ایجاب و قبول کا مفہوم واضح کرتے ہوئے علامہ شامی (م1252ھ) لکھتے ہیں:

أن المتقدم من كلام العاقدين إيجاب سواء كان المتقدم كلام الزوج أو كلام الزوجة المتأخر قبول [14]

"عاقدین میں سے جس کا کلام پہلے ہوگا وہ ایجاب ہوگا خواہ وہ کلام مرد کا ہو یا عورت کا اور بعد والے کا کلام قبول ہوگا۔"

شرائط نکاح:

۱۔ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہو۔[15]

۲۔ ایجاب و قبول کا باہم موافق ہونا ضروری ہے۔[16]

۳۔ ایجاب کے مکمل ہونے سے پہلے قبول نہ کہا گیا ہو۔[17]

۴۔ ایسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہو جو اس نکاح کے مفہوم پر حقیقۃً دلالت کریں۔[18]

۵۔ ایسے الفاظ کا استعمال نہ کیا گیا ہو جسے نکاح کا کسی معین مدت کے لیے ہونا معلوم ہو۔[19]

۶۔ عاقدین میں سے ہر ایک کا دوسرے کے الفاظ کو سننا۔[20]

۷۔ نکاح کے گواہوں کے لیے درج ذیل امور ضرری ہیں:

(الف) مسلمان ہوں

(ب) عاقل ہوں

(ج) بالغ ہوں

(د) دونوں گواہوں کا ایجاب و قبول کو ایک ساتھ سننا۔[21]

۸۔ وہ عورت نکاح کا محل ہو۔[22] (یعنی ایسی عورت نہ ہو جو اس پر ابدی یا وقتی حرام ہے)

کفو کی حیثیت:

اسلام میں "کفو" کا اعتبار ہے۔اہل عرب "کافاہ" کا لفظ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی چیز کسی چیز کے برابر ہو۔اور نکاح کے باب میں اس سے مراد مخصوص برابری ہے۔[23] (یعنی لڑکا، دین ودیانت، مال ونسب اور پیشہ وتعلیم وحریت میں لڑکی سے کم نہ ہو۔) مسئلہ کفو میں مرد کا عورت کے ہم پلہ ہونا ضروری ہے۔عورت کا مرد کے ہم پلہ ہونا ضروری نہیں ہے۔[24]

غیر فطری عمل سے حصول لذت پر پابندی:

اسلام نے مردوں کے لیے جنسی طور پر حصول لذت کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔

(۱) آزاد عورت کے ساتھ نکاح کر کے

(۲) باندی سے۔[25]

مگر چونکہ آج کل باندیوں کا دور نہیں ہے اس لیے اسلام میں مرد و عورت کے لیے جنسی لذت کا حصول صرف نکاح میں ہے۔اہل یورپ کے ہاں ہر بالغ شخص کو کھلی چھوٹ ہے وہ جس طرح چاہے اپنی زندگی گزارے جنسی تعلقات پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں، مگر اسلام میں غیر فطری تعلقات پر کڑی پابندی ہے۔

پسند کا نکاح:

انسان کے اندر جو جو طبعی تقاضے رکھے گئے ہیں ان میں ایک اہم چیز صنف مخالف کی طرف قلبی میلان ورجحان ہے بچپن میں یہ جذبات محدود ہوتے ہیں لیکن جیسے جیسے وہ بلوغت منزلیں طے کرتا جاتا ہے اس تقاضائے طبعی میں شدت اور کشش میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔اور بسا اوقات وہ اپنی پسند کو اپنانے کے لیے ہر قسم کا راستہ اختیار کرنے پر خود کو مجبور پاتا ہے۔

اسلام ایک عالمگیر اور جامع مذہب ودین فطرت ہے ایک طرف انسان کی رعایت کرتا ہے اور دوسری طرف اس کی تہذیب بھی، اس سلسلے میں بھی اعتدال اور توازن کی راہ اختیار کی، ایک طرف نکاح کو نہ صرف جائز اور مستحسن قرار دیا بلکہ اس کی ترغیب دی اور تجرد کی زندگی سے منع کیا۔ اسلام نے نکاح میں مرد و عورت کو پسند اور ناپسند کا اختیار دیا ہے۔

مرد کے لیے پسند کے نکاح کا جواز:

❶ قرآن کریم کی روشنی میں:

ارشاد ربانی ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً [26]

"توجو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرلو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔"

اس آیت میں بڑی وضاحت کے ساتھ پسند کی شادی کا جواز معلوم ہو رہا ہے۔کہ جو عورتیں (محرمات موبدہ و موقتہ کے ماسوا) تم کو اچھی لگیں ان سے نکاح کر سکتے ہو اور چار تک کی اجازت دی گئی ہے اور ان کے درمیان انصاف نہ کر سکنے کی صورت میں ایک پر قناعت کا حکم دیا گیا ہے ۔بلکہ نکاح سے سے پہلے مرد کا اس عورت کو دیکھنا جائز ہے جس سے وہ نکاح کر رہا ہے احادیث میں نہایت صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ملتا ہے۔

❷ احادیث مبارکہ کی روشنی میں :

حضرت محمد بن مسلمہؓ سے روایت ہے:

قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَجَعَلْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهَا فِي نَخْلٍ لَهَا فَقِيلَ لَهُ أَتَفْعَلُ هَذَا وَأَنْتَ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا [27]

"حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا پھر میں چپکے سے کوشش کرنے لگا یہاں تک میں نے اس پر ایک نظر ڈال ہی لی وہ اپنے ایک کھجور کے باغ میں تھی کسی نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا کر رہے ہیں؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مرد کے دل میں ڈال دے کہ وہ کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجے تو ایک نظر اسے دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔"

اسی قسم کی روایت حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے ہے:

قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً أَخْطُبُهَا فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا إِلَى أَبَوَيْهَا وَأَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَكَأَنَّهُمَا كَرِهَا ذَلِكَ قَالَ فَسَمِعَتْ ذَلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ فِي خِدْرِهَا فَقَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَمَرَكَ أَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ. وَإِلاَّ فَإِنِّي أَنْشُدُكَ كَأَنَّهَا أَعْظَمَتْ ذَلِكَ.قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا[28]

"میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک عورت کا تذکرہ کیا جسے میں نکاح کا پیغام دے رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اسے دیکھ بھی لو اس

لیے کہ یہ تمہاری باہمی محبت کے لئے بہت مناسب ہے تو میں ایک انصاری عورت کے پاس گیا اور اس کے والدین کے ذریعے اسے پیغام نکاح دیا اور میں نے اس کے والدین کو نبی کریم ﷺ کا فرمان بھی سنادیا، شاید انہیں یہ اچھا نہ لگا (کہ دولہا لڑکی کو دیکھے) تو اس عورت نے پردے میں یہ ساری بات سن لی کہنے لگی اگر تو اللہ کے رسول نے تمہیں اجازت دی ہے کہ دیکھو تو دیکھ سکتے ہو ورنہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتی ہوں (کہ ایسا نہ کرنا) گویا اس نے اسے بڑی بات سمجھا، فرمایا پھر میں نے اسے دیکھ لیا پھر بعد میں اس سے شادی کر لی۔"

بلکہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے عمومی حکم معلوم ہو رہا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمْ الْمَرْأَةَ فَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ قَالَ فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا[29]

"رسول ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے پیغام نکاح دے تو اگر ممکن ہو اس کو دیکھ لے اس کے بعد نکاح کرے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی سے نکاح کا پیغام دیا اور میں نے اس کو چھپ کر دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس میں وہ چیز پائی جو نکاح پر رغبت کا سبب بنی پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا۔"

❸ اقوال فقہاء کی روشنی میں:

فقہاء نے جہاں دیگر مسائل کو زیر بحث لایا ہے۔ وہاں پسند کے نکاح پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

حنفیہؒ کا موقف:

امام کاسانیؒ (م587ھ) لکھتے ہیں:

وكذا إذا أراد أن يتزوج امرأة فلا بأس أن ينظر إلى وجهها[30]

"اور اسی طرح جو شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ اس عورت کے چہرے کی طرف دیکھے۔"

علامہ ابن نجیمؒ (م970ھ) لکھتے ہیں:

ونظره إلى مخطوبته قبل النكاح سنة فإنه داعية للألفة[31]

"اور مخطوبہ عورت کی طرف نکاح سے قبل دیکھنا سنت ہے پس بیشک یہ دیکھنا محبت کی طرف داعی ہے۔"

مالکیہ کا موقف:

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقال المالكية: يجوز نظر وجه الزوجة وكفيها خاصة قبل العقد، ليعلم بذلك حقيقة أمرها[32]

"مالکیہ کے نزدیک عقد سے پہلے خاص طور پر عورت کے چہرے اور ہتھیلی کی طرف نظر کرنا جائز ہے تاکہ وہ معاملہ کی حقیقت کو جان لے۔"

ابو العباس احمد الصاوی المالکی (م 1241ھ) لکھتے ہیں:

(و) ندب (نظر وجهها) أيْ الزوجة (وكفيها) خاصة (قبله) : أيْ قبل العقد ليعلم بذلك حقيقة أمرها
33

امام علیش ؒ مالکی (م 1299ھ) لکھتے ہیں:

وندب لمريد تزوج امرأة نظر وجهها ليعلم هل هي جميلة أم لا[34]

"اور مندوب ہے اس شخص کے لیے جو کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو کہ اس کے چہرے کی طرف نظر کرے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ وہ خوبصورت ہے یا نہیں۔"

شوافع کا موقف:

امام ابو اسحاق شیرازی ؒ (م 476ھ) لکھتے ہیں:

وإذا أراد نكاح امرأة فله أن ينظر وجهها وكفيهالما روى أبو هريرة رضي الله عنه أن رجلا أراد أن يتزوج امرأة من نساء الأنصار فقال النبي صلى الله عليه وسلم انظر إليها فإن في أعين الأنصار شيئا[35]

"اور جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف دیکھے اس کی دلیل

یہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے انصار کی کی کسی عورت سے شادی کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو دیکھ لو اس لیے کہ انصار کی آنکھوں میں کوئی شی ہے۔"

حنابلہ کا موقف:

شیخ ابو القاسم عمر بن حسین الخرقیؒ (م 334ھ) لکھتے ہیں:

وإذا أراد أن يتزوج امرأة فله أن ينظر إليها من غير أن يخلوا بها[36]

"اور جب کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو تو اس کی طرف نظر کرنا جائز ہے خلوت کیے بغیر۔"

شیخ الاسلام ابن قدامہؒ (620ھ) لکھتے ہیں:

ومن أراد خطبة امرأة فله النظر منها إلى ما يظهر عادة كوجهها وكفيها وقدميها[37]

"اور جو شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے عورت کے ان اعضاء کی طرف نظر کرنا جائز ہے جو عادۃً ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ چہرہ اور ہتھیلیاں اور قدم۔"

شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد (م 884ھ) لکھتے ہیں:

ويجوز لمن أراد خطبة امرأة النظر إلى وجهها من غير خلوة بها[38]

اور جائز ہے آدمی کے لیے خلوت کے بغیر اس عورت کے چہرے کی نظر کرنا ,جس کو وہ پیغام نکاح دینے کا ارادہ رکھتا ہو۔

بلکہ مخطوبہ عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنے میں جمہور فقہاء کا اتفاق ہے۔

امام نوویؒ شافعی لکھتے ہیں:

وفيه استحباب النظر إلى وجه من يريد تزوجها وهو مذهبنا ومذهب مالك وأبي حنيفة وسائر الكوفيين وأحمد وجماهير العلماء[39]

"اور عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنا اس شخص کے لیے مستحب ہے جو نکاح کا ارادہ رکھتا ہو اور یہی مذہب ہمارا (شوافع کا) ہے اور (امام) مالکؒ اور

(امام) ابو حنیفہؒ اور تمام کوفہ (کے اہل علم) اور (امام) احمدؒ سمیت جمہور علماء کا ہے۔"

اور اہم بات یہ کہ جمہور فقہاء کے نزدیک مخطوبہ عورت کو دیکھنے کے لیے اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ چپکے سے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر اطلاع کیے دیکھا جاسکتا ہے۔اس لیے کہ احادیث میں بھی عورت کی اجازت کے ساتھ دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔اور اس کی حکمت یہی ہوسکتی ہے۔کہ اگر اس کو اطلاع کیے بغیر دیکھ لیا اور وہ پسند نہ آئی تو اسے ٹھکرائے جانے پر تکلیف اور اذیت نہیں ہوگی۔[40]

مندرجہ بالا فقہاء کے اقوال سے معلوم ہورہاہے کہ نکاح سے قبل مرد کو عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنے کی اجازت دینا اسی لیے ہے تاکہ وہ پسند کی شادی کرسکے اور بعد میں ناپسندیدگی کی تلخیاں اس کی زندگی میں زہر نہ گھول سکیں۔

عورت کے لیے پسند کے نکاح کا جواز:

❶ قرآن کریم کی روشنی میں:

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

حَتّٰي تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ [41]

"یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ [42]

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کرچکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔"

ان دونوں آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ (م 150ھ) نے فرمایا ہے کہ ان آیات میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے اور ولی کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ عاقلہ وبالغہ، حرہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرسکتی ہے۔[43]

لہٰذا جب عورت اپنا نکاح خود کرسکتی ہے تو پھر پسند کی شادی کی اجازت تو بطریق اولی معلوم ہوگئی۔

2 احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

اسی طرح احایث مبارکہ بھی اس مسئلہ کو واضح کرتی ہیں کہ عورتوں کی پسند کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کا نکاح کیا جائے۔

اور بالغہ عورت سے بغیر اس کی اجازت کے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ [44]

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثیبہ (جسکی پہلے شادی ہوچکی ہو) عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ کنواری کا بغیر اس کی اجازت کے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! کنواری کی اجازت کس طرح معلوم ہوسکتی ہے، فرمایا کہ اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔"

بلکہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ایک عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ہوا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے اس کا نکاح فسخ کر دیا۔

عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا [45]

"حضرت خنساء بنت خذام انصاریہؓ کہتی ہیں کہ میرے والد نے ایک جگہ میرا نکاح کر دیا اور میں ثیبہ تھی اور مجھے وہ نکاح منظور نہ تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے میرا نکاح فسخ کر دیا۔"

یہ روایات اس بارے میں خوب واضح ہیں کہ عورت کی پسند کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا نکاح کیا جائے۔

3 اقوال فقہاء کی روشنی میں:

جس طرح شریعت اسلامیہ نے مرد کو پسند کی شادی کا اختیار دیا ہے اسی طرح عورت کو بھی دیا ہے۔ چنانچہ فقہاء نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح مرد کے لیے مخطوبہ

عورت کو دیکھنا جائز اسی طرح عورت کے لیے بھی خاطب (پیغام نکاح دینے والے) کو دیکھنا جائز ہے۔

حنفیہؒ کا موقف:

علامہ شامیؒ حنفی (م 1252ھ) لکھتے ہیں:

يحل لها أن تنظر للخاطب[46]

"اور عورت کے لیے حلال ہے کہ وہ پیغام نکاح دینے والے مرد کی طرف دیکھے۔"

مالکیہ کا موقف:

علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن محمد الطرابلسی المغربیؒ (م 954ھ) لکھتے ہیں:

هل يستحب للمرأة نظر الرجل لم أر فيه نصا للمالكية والظاهر استحبابه وفاقا للشافعية قالوا يستحب لها أيضا أن تنظر إلى وجهه وكفيه[47]

"کیا عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ (پیغام نکاح دینے والے) مرد کی طرف نظر کرے، میں نے مالکیہ کے مسلک میں اس مسئلہ پر کوئی صراحت نہیں پائی مگر بظاہر ان کے نزدیک بھی نظر کرنا مستحب ہے شوافع کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے، شوافع کہتے ہیں کہ عورت کے لیے بھی مستحب ہے کہ وہ پیغام نکاح دینے والے مرد کے چہرے اور ہتھیلی کی طرف نظر کرے۔"

شوافع کا موقف:

امام ابو اسحاق شیرازیؒ (م 476ھ) لکھتے ہیں:

ويجوز للمرأة إذا أرادت أن تتزوج برجل أن تنظر إليه لانه يعجبها من الرجل ما يعجب الرجل منها[48]

"اور جائز ہے عورت کے لیے جب وہ کسی آدمی سے شادی کا ارادہ کرے کہ دیکھے اس کی طرف، اس لیے کہ پسند آئے گی اس کو مرد میں سے وہ چیز جو پسند آتی ہے مرد کو عورت سے۔"

حنابلہ کا موقف :

شیخ الاسلام ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

وفي نظر المرأة إلى الرجل روايتان :إحداهما:يحرم عليها من ذلك ما يحرم عليه والثانية: يجوز لها النظر منه إلى ما ليس بعورة [49]

"عورت کی مرد کی طرف دیکھنے میں (امام احمد کی) کی دو روایتیں ہیں۔ایک روایت کے مطابق عورت پر مرد کے بدن کا وہ حصہ دیکھنا حرام ہے جو مرد کے لیے عورت کا دیکھنا حرام ہے۔اور دوسری روایت کے مطابق عورت کا "ستر" کے ماسوا دیکھنا جائز ہے۔"

اور اسی روایت کو ابن قدامہؒ نے ترجیح دی ہے۔[50]

مندرجہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے عورت کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ پیغام نکاح دینے والے مرد کو دیکھے تاکہ بعد میں ناپسندیدگی ازدواجی زندگی پر اثر انداز نہ ہو۔

پسند کے نکاح میں عصری رجحانات کا جائزہ:

اب صورت یہ حال ہے کہ عصر حاضر میں بہت سارے واقعات ایسے آرہے ہیں کہ جن میں مرد وعورت اپنی پسند کے مطابق نکاح کر رہے ہیں کچھ تو اپنے اولیاء کو اعتماد میں لے کر ان کے توسط سے اپنی پسند کو اپنا رہے ہیں۔یہ ان کا عین حق ہے جس کی شریعت بھرپور انداز میں تائید کرتی ہے۔

مگر بہت سارے واقعات ایسے بھی ہیں کہ مرد وعورت نے اپنے اولیاء کو اعتماد میں لیے بغیر گھر سے بھاگ کر اولیاء سے دور اپنی پسند کا نکاح کرلیا۔اب یہاں پر دو باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ کیا عورت اپنی پسند کو حاصل کرنے کے لیے اولیاء کو اعتماد میں لیے بغیر گھر سے بھاگ کر جو نکاح کرتی ہے یہ شرعاً جائز ہے؟

۲۔ ایسی عورت کو غیرت کے نام پر قتل کیا جاسکتا ہے۔؟

اولیاء کی اجازت کے بغیر گھر سے بھاگ کر کیے گئے نکاح کا حکم :

واضح رہے کہ اگر کوئی عورت گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کرتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ نکاح اس نے اپنے "کفو" میں کیا ہے؟ یا غیر کفو میں؟ اگر وہ نکاح "غیر کفو" میں ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

علامہ حصکفیؒ (م1088ھ) لکھتے ہیں :

ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلا وهو المختار للفتوى لفساد الزمان [51]

"اور اسی پر فتوی ہے کہ عورت کا غیر کفو میں نکاح کرنا بالکل جائز نہیں۔"

البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس نکاح سے رضامند ہوں تو پھر وہ نکاح صحیح ہے۔[52]

لیکن اگر گھر سے بھاگ کر کیا ہوا نکاح "کفو" میں ہو تو اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور دیگر اہل علم کے نزدیک اس قسم کا نکاح جائز ہے۔

علامہ ابن رشد مالکیؒ (م 595ھ) لکھتے ہیں:

وقال أبو حنيفة وزفر والشعبي والزهري: إذا عقدت المرأة نكاحها بغير ولي وكان كفؤا جاز [53]

"اور امام ابو حنیفہؒ، زفرؒ، شعبیؒ، زہریؒ نے کہا کہ جب عورت نے اپنا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے کیا اور وہ نکاح کفو میں تھا تو یہ جائز ہے۔"

مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم کا نکاح جائز نہیں ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک اس قسم کا نکاح جو ولی کی اجازت کے بغیر کیا جائے وہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔

علامہ ابن رشدؒ (م 595ھ) لکھتے ہیں:

فذهب مالك إلى أنه لا يكون النكاح إلا بولي وأنها شرط في الصحة في رواية أشهب عنه [54]

"پس امام مالکؒ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا بلکہ نکاح کی صحت کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے۔"

اور دیگر جمہور فقہاء کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا تاہم اگر کسی عورت نے ایسا کر لیا تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر اس نے اجازت دیدی تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ جائز نہ ہوگا۔

جمہور فقہاء کے موقف کو نقل کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی (م 620ھ) لکھتے ہیں:

ذهب سعيد بن المسيب و الحسن و عمر بن عبد العزيز و جابر بن زيد و الثوري و ابن أبي ليلى و ابن شبرمة و ابن المبارك و عبيد الله العنبري و الشافعي و إسحاق و أبو عبيد وروي عن ابن سيرين و القاسم بن محمد و الحسن بن صالح و ابي صالح و أبي يوسف لا يجوز لها ذلك بغير إذن الولي فإن فعلت كان موقوفا على إجازته [55]

"اور جمہور فقہاء کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اگر اس نے ایسا کیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔"

مندرجہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہاء کے نزدیک اولیاء کی اجازت کے بغیر عورت کا از خود اپنا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

مگر ایسے مرد یا عورت کو پسند کی شادی کرنے کی وجہ سے غیرت کے نام پر قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ شریعت اسلامیہ میں کسی بھی مسلمان کا قتل تین وجوہات میں سے کسی ایک کے پائے جانے کی وجہ سے حلال ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

"کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہو، مگر تین باتوں میں سے کسی ایک وجہ سے، ایک یہ کہ شادی شدہ مرد بدکاری کرلے، اور دوسری یہ کہ جان کے بدلے جان، اور تیسری وجہ کہ وہ شخص اپنے دین کو چھوڑنے والا ہو (یعنی مرتد ہو جائے) اور جماعت سے الگ ہو جائے۔" [56]

لہٰذا پسند کی شادی کرنے والی عورت کا قتل از روئے شریعت ناجائز اور حرام ہے۔

وضاحت:

واضح رہے کہ اولیاء کی اجازت کے بغیر گھر سے بھاگ کیا کیا ہوا نکاح شریعت اور معاشرے کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے، اس لیے کہ شریعت نے جہاں نکاح میں عورت کی پسند اور ناپسند کو ملحوظ رکھا ہے وہاں ساتھ راستہ بھی بتادیا کہ تمام معاملات اولیاء کے ہاتھوں سرانجام ہوں، اسلام نے جہاں اس بات کی اجازت دی کہ کہ ایک مسلمان خاتون کا نکاح بلاتمیز رنگ و نسل، عقل و شکل اور مال و وجاہت ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے وہاں اس نے انسانی فطرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ اس عقد سے متاثر ہونے والے اہم ترین افراد کی

رضامندی کے بغیر بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے تاکہ اس عقد کے نتیجے میں تلخیوں، لڑائی جھگڑوں کا طوفان بر پانہ ہو جائے۔

اور یہ بات خلاف عقل بھی نہیں کہ اولیاء کو اعتماد میں لے کر قدم اٹھایا جائے، اس لیے کہ جب اولاد جذبات میں آکر کوئی فیصلہ کرتی اور قدم اٹھاتی ہے تو وہ اس بات سے قطع نظر کر لیتی ہے کہ ان کے والدین کا بھی ان پر کوئی حق ہے، جنہوں نے ان کو پالا پوسا اور ان کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ حسب توفیق زیور تعلیم اور فن وہنر سے آراستہ کیا، ان کی رضامندی میں اپنی خوشی کو تلاش کرنے کی بجائے الٹا ان کو مجرموں کی طرح گلی ومحلّہ سے منہ چھپا کر نکلنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ کیا ان کی محبتوں وشفقتوں کا یہی صلہ ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا لایا ہوا دین ہی ہے جو پیدائش سے موت تک زندگی کے تمام مراحل اور گوشوں کے والے سے نہایت جامع اور تفصیلی ہدایات رکھتا ہے، جس پر عمل کرکے دنیا وآخرت کی سعادتیں اور کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ آپ ﷺ نے انسان کو انسان کی قدر کرنا سکھلایا، عدل وانصاف کا قانون جاری کیا۔

عورت کو آزاد وخود مختار بنایا اور اس کو اپنی جان ومال کا ایسے ہی مالک قرار دیا جیسے کہ مرد اپنی جان ومال کا مالک ہے کوئی شخص خواہ وہ باپ دادا ہی کیوں نہ ہو زبردستی اسے نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا اگر وہ زبردستی نکاح کر بھی دے تو وہ اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اور اگر وہ نامنظور کر دے تو باطل ہو جاتا ہے، اس کے اموال میں کسی مرد کو بغیر اس کی رضا واجازت کے کسی تصرف کا کوئی حق نہیں، شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد بھی خود مختار ہے کوئی اس پر جبر نہیں کر سکتا، لڑکوں کی طرح میراث میں بھی اس کا حصہ مقرر ہے، اس پر خرچ کرنا اور اس کو راضی رکھنا شریعت نے عبادت قرار دیا۔

لیکن جیسے عورت کو اس کے حقوق مناسبہ نہ دینا ظلم وجور اور قساوت وشقاوت ہے اسی طرح ان کو بالکل کھلی چھٹی دے دینا اور مردوں کی نگرانی وسیادت سے آزاد کر دینا بھی بہت سے فتنوں وفسادات کا ذریعہ ہے عورت کو مردوں کی سیادت ونگرانی سے بالکل آزاد کر دیا جائے تو یہ پورے انسانی معاشرہ کے لیے خطرہ عظیم ہے جس سے فساد وخون ریزی اور طرح

طرح کے فتنوں کا پیدا ہونا لازمی ہے جیسا کہ آئے دن اخبارات میں اس قسم کے واقعات سامنے آرہے ہیں۔

اس لیے قران حکیم نے عورتوں کے حقوق واجبہ کے بیان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ [57]

"اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔"

مردوں کو عورتوں پر، اخلاقی، مالی، جسمانی، حکمرانی کی حیثیت سے فضیلت حاصل ہےاور مرد عورتوں کے سردار، نگران اور ذمہ دار ہیں ،اور جب عورتیں مردوں کی نگرانی وسیادت سے آزاد ہوتیں ہیں تو ایسے ایسے نتائج بد سامنے آتے ہیں کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے ۔ نکاح وشادی وغیرہ کے مسئلہ میں شریعت کا منشاء یہ ہے کہ یہ امور عورت کے اولیاء اوسرپرست انجام دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ [58]

"اور نکاح کرادیا کرو تم لوگ ان کے جو تم میں سے بے نکاح ہوں۔"

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"آیت مذکورہ کے طرز خطاب سے اتنی بات تو باتفاق ائمہ اربعہ فقہاء ثابت ہوتی ہے کہ خود اپنا نکاح کرنے کے لیے کوئی مرد یا عورت بلاواسطہ اقدام کی بجائے اپنے اولیاء وسرپرستوں کے واسطے سے یہ کام سرانجام دے اس میں دین ودنیا کے بہت سے مصالح اور فوائد ہیں بالخصوص لڑکیوں کے معاملہ میں کہ لڑکیاں اپنے نکاح کا معاملہ خود طے نہ کریں یہ ایک قسم کی بے حیائی بھی ہے اور اس میں فواحش کا راستہ کھل جانے کا بھی خطرہ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض روایات احادیث میں عورتوں کو خود اپنا نکاح بلاواسطہ ولی کرنے سے روکا گیا۔" [59]

معلوم ہوا مرد وعورت کو اپنے اولیاء کی وساطت سے امور نکاح کو سرانجام دینا چاہیے۔

خلاصہ بحث:

اسلام معتدل شریعت ہے اس کے تمام احکام افراط و تفریط سے پاک، انسان کے فطری جذبات وخواہشات کی رعایت کے ساتھ تعدی اور حد سے تجاوز کی ممانعت کے اصول پر دائر ہیں ،اس لیے جب ایک طرف انسان کو ناجائز شہوت رانی سے سختی سے منع کیا گیا تو ضروری تھا کہ فطری جذبات وخواہشات کی رعایت سے اس کا کوئی جائز اور صحیح طریقہ بھی بتلایا جائے ،اس کے علاوہ بقاء نسل کا عقلی اور شرعی تقاضا بھی یہی ہے کہ کچھ حدود کے اندر رہ کر مرد وعورت کے اختلاط کی کوئی صورت تجویز کی جائے اسی کا نام قرآن وسنت کی اصطلاح میں نکاح ہے۔

مغربی ممالک میں حلال وحرام کا کوئی تصور نہیں اور نہ جنسی تعلقات پر کسی قسم کی کوئی پابندی ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں پر مردوں کی مردوں سے شادی اور عورتوں کی عورتوں سے شادی کا رواج عام ہو رہا ہے اور اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی فحش حرکات میں وہ لوگ ملوث ہیں مگر اسلام غیر فطری عمل کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔اس لیے کہ نکاح کے پاکیزہ رشتہ کے علاوہ باقی جتنی بھی صورتیں ہیں ان میں عفت وعصمت اور نسب کے محفوظ رکھنے کوئی صورت نہیں۔ جبکہ بعض صورتوں میں نسل انسانی کا خاتمہ ہے اور نکاح سے معاشرتی زندگی میں جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ بھی پس پشت چلے جاتے ہیں اور سب سے بڑی نقصان وہ بات کہ انسانیت ختم ہو جاتی ہے۔اور معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب خواہشات کی تکمیل کے لیے اخلاقی ومذہبی پابندیوں کی رعایت نہ کی جائے تو پھر معاشرہ میں پھیلنے والی انارکی کا تصور ہی لرزا دینے والا ہے۔ چنانچہ شریعت مطہرہ نے ناجائز راستوں پر پابندیاں لگائیں۔

اور نکاح کے معاملہ میں شریعت نے مرد وعورت کو پسند اور ناپسند کا پورا اختیار دیا ایک طرف اولیاء کو جبر وسختی سے کام لینے سے منع کیا تو دوسری طرف مرد وعورت کو بھی ترغیب دی کہ وہ اولیاء کو اعتماد میں لے کر کوئی بھی قدم اٹھائیں۔تاکہ آپس کے جھگڑوں سے معاشرتی امن وسکون متاثر نہ ہو۔

مصادر و مراجع

1۔ القرآن

2۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، بیروت، دار الفکر، س ن، جلد ۲، صفحہ 228

3۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار طوق النجاۃ، 1422ھ

4۔ الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، السنن، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1395ھ

5۔ الزحیلی، وھبہ، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر

6۔ الخرقی، عمر بن الحسین، ابو القاسم، متن الخرقی علی مذہب ابی عبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، دار الصحابہ للتراث، 1413ھ

7۔ ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، ابو الفضل، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، دار المعرفت، 1379ھ

8۔ حصکفی، علاء الدین، در مختار، بیروت، دار الفکر، 1386ھ

9۔ ابن رشد الحفید، محمد بن احمد، ابو الولید، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، 1975ء

10۔ شیرازی، ابراہیم بن علی، ابو اسحاق، المھذب فی فقہ الامام شافعی، بیروت، دار الشامیہ

11۔ شامی، محمد امین، علامہ، حاشیہ ابن عابدین، بیروت، دار الفکر، 1421ھ

12۔ شیخ نظام وجماعۃ من علماء الھند، فتاوی عالمگیری، بیروت، دار الفکر، 1411ھ

13۔ الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دار الکتاب العرب، 1982ء

14۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المقدسی، ابو محمد، المغنی، بیروت، دار الفکر، 1405ھ

15۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابو محمد، عمدۃ الفقہ، المکتبۃ العصریہ، 1425ھ

16۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابو محمد، الکافی فقہ الامام المبجل احمد بن حنبل

17۔ القرطبیؒ، محمد بن احمد بن ابی بکر، ابو عبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، ریاض، دار عالم الکتب، 1423ھ

18۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبداللہ، سنن ابن ماجہ، بیروت، دار الفکر

19۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، 2005ء
20۔ ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنزالدقائق، بیروت، دارالمعرفت
21۔ نووی ، یحی بن شرف ،ابو زکریا، شرح صحیح مسلم ،بیروت ،دار احیاء التراث العربی، 1392ھ
22۔ محمد علیش، منح الجلیل شرح علی مختصر سید خلیل، بیروت، دارالفکر، 1409ھ
23۔ ابو اسحاق، ابراہیم بن محمد بن عبداللہ، المبدع شرح المقنع، الریاض، دار عالم الکتب
24۔ المغربی، شمس الدین، ابو عبداللہ، محمد بن محمد، مواھب الجلیل لشرح مختصر الخلیل، دارع الم الکتب، 1423ھ

حوالہ جات

1 القرآن، آل عمران: 19
2 ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، ابوالفضل، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، دارالمعرفت، ۱۳۷۹ھ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۳
3 شامی، محمد امین، علامہ، حاشیہ ابن عابدین، بیروت، دارالفکر، ۱۴۲۱ھ، جلد ۳، صفحہ ۳
الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دارالکتاب العرب، ۱۹۸۲ء، جلد ۲، صفحہ ۲۳۱
4 حصکفی، علاء الدین، درمختار، بیروت، دارالفکر، ۱۳۸۶ھ، جلد ۳، صفحہ ۳
5 ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المقدسی، ابو محمد، المغنی، بیروت، دارالفکر، ۱۴۰۵ھ، جلد ۷، صفحہ ۳۳۴
6 القرآن، النساء: ۱
7 القرآن، الرعد: ۳۸
8 القرآن، النساء: ۳
9 ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبداللہ، سنن ابن ماجہ، بیروت، دارالفکر، س ن، جلد اول، صفحہ ۵۹۲
10 الترمذی، محمد بن عیسی، السنن، بیروت، مصر، مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ، جلد ۳، صفحہ ۳۸۳
11 ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، بیروت، دارالمعرفت، س ن، جلد ۳، صفحہ ۸۴
12 ابن نجیم، البحر الرائق، جلد ۳، صفحہ ۸۴
حصکفی، درمختار، جلد ۳، صفحہ 7
13 الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۲، صفحہ ۲۲۹
14 شامی، حاشیہ ابن عابدین، جلد ۳، صفحہ ۹
15 حصکفی، درمختار، جلد ۳، صفحہ ۱۴
16 ایضاً، جلد ۳، صفحہ ۱۴
17 ابن نجیم، البحر الرائق، جلد ۳، صفحہ ۸۹
18 شیخ نظام و جماعۃ من علماء الھند، فتاوی عالمگیری، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۱ھ، جلد ۱، صفحہ ۲۷۰
19 الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۲، صفحہ ۲۷۲
20 حصکفی، درمختار، جلد ۳، صفحہ ۲۱
21 حصکفی، درمختار، جلد ۳، صفحہ ۲۲
22 فتاوی عالمگیری، جلد اول، صفحہ ۲۶۷
23 حصکفی، درمختار، جلد ۳، صفحہ ۸۴
24 فتاوی عالمگیری، جلد اول، صفحہ ۲۹۰
25 القرآن، المومنون: ۶

26 القرآن، النساء: ۳
27 ابن ماجہ، السنن، جلد ا، صفحہ ۵۹۹
28 ایضا ، جلد ا، صفحہ ۶۰۰
29 ابو داؤد، جلد ۲، صفحہ ۲۲۸
30 الکاسانی، البدائع والصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۲۲
31 ابن نجیم، البحر الرائق، جلد ۳، صفحہ ۸۷
32 الزحیلی، وھبہ، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر، س ن، جلد ۹، صفحہ ۱۸
33 احمد بن محمد، ابو العباس، حاشیہ علی الشرح الصغیر، دار المعارف، س ن، جلد ۲، صفحہ ۳۴۲
34 محمد علیش، منح الجلیل شرح علی مختصر سید خلیل، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۹ھ، جلد ۳، صفحہ ۲۵۵
35 شیرازی، ابراہیم بن علی، ابو اسحاق، المھذب فی فقہ الامام شافعی، بیروت، دار لشامیہ، س ن، جلد ۲، صفحہ ۳۴
36 الخرقی، عمر بن الحسین، ابو القاسم، متن الخرقی علی مذہب ابی عبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، دار الصحابہ للتراث، ۱۴۱۳ھ، جلد ا صفحہ ۱۰۱
37 ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابو محمد، عمدۃ الفقہ، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۲۵ھ، جلد اول، صفحہ ۸۹
38 ابو اسحاق، ابراہیم بن محمد بن عبداللہ، المبدع شرح المقنع، الریاض، دار عالم الکتب، ۲۰۰۳ء، جلد ۷، صفحہ ۶
39 نووی، شرح صحیح مسلم، جلد ۹، صفحہ ۲۱۰
40 ایضا جلد 9، صفحہ ۲۱۰
41 القرآن، البقرہ: ۲۳۰
42 القرآن، البقرہ: ۲۳۰
43 الکاسانی، البدائع والصنائع، جلد ۲، صفحہ ۲۴۸
44 البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، جلد ۷، صفحہ ۱۷
45 البخاری، الجامع الصحیح، جلد ۹، صفحہ ۲۰
46 شامی، حاشیہ ابن عابدین، جلد ۶، صفحہ ۳۷۰
47 المغربی، شمس الدین، ابو عبداللہ، محمد بن محمد، مواھب الجلیل لشرح مختصر الخلیل، دار عالم الکتب، ۱۴۲۳ھ، جلد ۵، صفحہ ۲۲
48 شیرازی، ابو اسحاق، المھذب، جلد ۲، صفحہ 34۳۴
49 ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ، ابو محمد المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، جلد ۷، صفحہ ۴۶۵
ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابو محمد، الکافی فقہ الامام المبجل احمد بن حنبل، س ن، جلد ۳، صفحہ ۳
50 ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۴۶۵
الکافی فی فقہ الامام المبجل احمد بن حنبل، جلد ۳، صفحہ ۳
51 در مختار، جلد ۳، صفحہ ۵۷

52 فتاوی عالمگیری، جلد اول، صفحہ ۲۹۳

53 ابن رشد الحفید، محمد بن احمد، ابوالولید، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، ۱۹۷۵ء، جلد ۲، صفحہ ۸

54 ابن رشد الحفید، بدایۃ المجتہد، جلد ۲، صفحہ ۸

55 ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۳۳۳

56 الترمذی، جلد ۴، صفحہ 19

57 القرآن، البقرہ: ۲۲۸

58 القرآن، النور: ۳۲

59 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ۲۰۰۵ء، جلد ۶، صفحہ ۱۴۱۱